ہماری منزل...... پرامن پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

پرامن، ترقی یافتہ اور جدید فلاحی و اسلامی ریاست کا حصول وخواب تھا جو بانیانِ پاکستان نے جاگتی آنکھوں دیکھا تھا اور پھر اس منزل کے حصول کے لیے ہمارے اسلاف نے جو قربانیاں دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک تابناک باب ہے، مگر بوجوہ آج تک ہم وطن عزیز کو حقیقی معنوں میں ایک اسلامی وفلاحی مملکت نہیں بنا سکے۔ اس منزل کے حصول میں کون کون سی رکاوٹیں ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟ مندرجہ ذیل مضمون میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب زید مجدہم نے اسی حوالے سے چند مفید تجاویز تحریر فرمائی ہیں۔ اگرچہ یہ مضمون روزنامہ اسلام میں کافی عرصہ پہلے شائع ہو چکا ہے لیکن اس کی افادیت وضرورت آج بھی جوں کی توں موجود ہے اور پھر چونکہ اگست کا مہینہ ایک طرح سے تجدید عہد کا بھی ہے اس لیے یہ مضمون 14 اگست کے حوالے سے اس شمارے میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

پُر اَمن پاکستان...... ایک آرزو ہے، ایک تمنا ہے اور ایک خواب ہے، جو ہر پاکستانی کے دل ودماغ میں بسا ہوا ہے اور پاکستان سے تعلق رکھنے والا ہر شخص خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہے اس کی صبح وشام کی دعا یہ ہے کہ مولائے کریم! پاکستان کو، امن وسکون اور اس میں رہنے والوں کے لیے، دنیا وآخرت کی خوشیوں کا گہوارہ بنادے، آمین یارب العالمین!

مفکر پاکستان علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جب پاکستان کے نام سے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد وطن کا تصور پیش کیا تھا اور قائداعظمؒ اور ان کے رُفقاء نے اس تصور کے خاکے میں رنگ بھرنے کے لیے تحریک پاکستان کا آغاز کیا تھا، اُن کے ذہنوں میں پاکستان کا نقشہ یہی تھا کہ ایک پُر اَمن اور پُر سکون ریاست ہوگی، جس کے باشندوں کو نہ صرف جان ومال اور آبرو کا تحفظ حاصل ہوگا بلکہ یہ نظریاتی ریاست انہیں باوقار زندگی کے مواقع اور اسباب فراہم کرنے میں ایک مثالی رفاہی ریاست کا نمونہ ہوگی۔ اور جب لاکھوں مسلمانوں نے ایک آزاد، خودمختار اور خوشحال ملک کے قیام کی غرض سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا تو اُن کا جذبہ بھی یہی تھا کہ ان کی قربانیاں ان کی اگلی نسلوں کے کام آئیں گی اور وہ ان عظیم قربانیوں کی برکت سے اسلامی ریاست کے باعزت شہری کے طور پر

زندگی بسر کر سکیں گے۔

لیکن آج ہمارے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم مغربی استعمار سے آزادی کی جنگ میں حصہ لینے والے ہم وطنوں، ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا تصور پیش کرنے والے عظیم مفکر علامہ اقبال، تحریک پاکستان کی قیادت کرنے اور اسے ایک اسلامی فلاحی ریاست کے طور پر پیش کرنے والے عظیم محسن قائداعظمؒ اوران کے رفقاء اور قیام پاکستان میں لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے مسلمانوں کے اِس خواب کو ابھی تک تعبیر کا رنگ نہیں دے سکے اوران کی بے چین روحیں کرب واضطراب کے عالم میں ہماری طرف سے خوشی اور اطمینان کی کسی خبر کا انتظار کر رہی ہیں، آج ہم پُرامن پاکستان کے عنوان پر جب سوچتے ہیں تو یہ لمحۂ فکریہ ہمارے سامنے ایک سوالیہ نشان کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے، ہم نے آج اسی سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ اب تک آخر ایسا کیوں نہیں ہوسکا اور اب ایسا کرنے کے لیے ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا؟

ہماری موجودہ معروضی صورت حال یہ ہے کہ ایک نظریاتی اور اسلامی ریاست کے طور پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تشخص وامتیاز پر انگلیاں اٹھنے لگی ہیں، پاکستان کو ایک فلاحی ریاست اور ویلفیئر سٹیٹ کی شکل دینے کے تصورات بتدریج دُھندلاتے جارہے ہیں، قومی خودمختاری اور ملکی سلامتی کے خلاف بین الاقوامی سازشوں کے سائے گہرے ہوتے جارہے ہیں، دہشت گردی کی مختلف النوع لہروں نے ملک کا امن غارت کر کے رکھ دیا ہے، مذہب، نسل، زبان اور ثقافتی تنوع کو باشندگانِ وطن کے درمیان وحدت ورواداری کے فروغ کی بجائے باہمی کش مکش اور خلفشار کا عنوان بنا دیا گیا ہے۔ روزافزوں مہنگائی، بیروزگاری، لوڈشیڈنگ اور کرپشن کے ہاتھوں عام شہری بدحال ہوکر رہ گیا ہے۔ جنوبی ایشیاء کے تناظر میں عالمی استعمار کے علاقائی ایجنڈے کی نئی نقشہ گری اس مملکت خداداد کو خاکم بدہن ایک ناکام ریاست کے طور پر پیش کرنے کے لیے دھیرے دھیرے پیش قدمی کر رہی ہے اور سب سے بڑھ کر ملک میں دستور وقانون کی بالادستی اور دستور وقانون کے سامنے تمام طبقوں کی یکساں جواب دہی کا خواب ابھی تک تشنۂ تعبیر ہے۔

اس فضا میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ''پُرامن پاکستان'' کا روپ دینے کے لیے ہمیں اپنی انفرادی واجتماعی کوتاہیوں پر نظر ڈالنا ہوگی، اپنا احتساب کرنا ہوگا، اب تک کی ناکامیوں کے اسباب وعوامل کی نشاندہی کرنا ہوگی، اس کے ذمہ داروں کا تعین کرنا ہوگا، اہلیت واستعداد اور دیانت وصلاحیت کی بنیاد پر نئی صف بندی کرنا ہوگی۔ معروضی حالات اور قومی تقاضوں کو سامنے رکھ کر اپنی ترجیحات کو نئی شکل دینا ہوگی، اندرونی وبیرونی دشمنوں، ان کے منصوبوں اور سازشوں سے ہوشیار رہنا ہوگا اور کالی بھیڑوں کو اپنی صفوں سے الگ کرنا ہوگا۔ یہ ان تقاضوں کی فہرست ہے جو

قومی زندگی کو صحیح سمت موڑنے کے لیے ناگزیر ہو چکے ہیں۔ یہ فہرست اگرچہ طویل ہے لیکن اس کے سوا ہمارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں ہے۔ یہ راستہ بظاہر کٹھن اور خاردار ہے لیکن ہماری قومی منزل اسی راستے سے مل سکتی ہے۔

میرے خیال میں اس وقت وطن عزیز میں نظام کی تبدیلی اور سسٹم کی تجدید اشد ضروری ہے۔ جب تک اوپر سے لے کر نیچے تک نظام نہیں تبدیل ہوتا اس وقت تک پاکستان کے استحکام، ترقی اور امن وامان کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا ہے۔ اس ملک میں موجود جاگیردارانہ نظام اور سرمایہ دارانہ سسٹم تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اس سسٹم کی وجہ سے اس ملک کے عام شہری بنیادی ضرورتوں اور سہولتوں سے محروم ہیں، ملک کے تمام وسائل پر صرف چند خاندان قابض ہیں۔ ان مفاد پرستوں خاندانوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے اپنی اجارہ داری برقرار رکھنے کے لیے دانستہ اس قوم کو جہالت کے اندھیروں میں رکھا، ترقی سے دور رکھا اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا کلچر پروان چڑھایا۔ اسی سسٹم کی وجہ سے ہماری بیوروکریسی میں کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کے جراثیم بری طرح سرایت کر گئے، عدلیہ میں نچلی سطح پر عوام دھکے کھاتے پھرتے ہیں، انصاف بکتا ہے، بازاروں میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، ناجائز منافع خوری کا سلسلہ چل نکلا ہے، اس صورتحال سے گڈ گونس کے ذریعے ہی چھٹکارا پایا جاسکتا ہے اور گڈ گورننس سسٹم کی تبدیلی کے بغیر ممکن ہی نہیں اور یاد رہے کہ جب تک نظام کی تبدیلی اور اس کے نتیجے میں ان برائیوں کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکا جائے اس وقت تک معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔

اسی طرح پرامن پاکستان کی منزل حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی خارجہ اور داخلہ پالیسی پر بھی نظر ثانی کرنی ہوگی، غیروں کے مفادات کی تکمیل، بیرونی احکامات کی تعمیل کی بجائے اپنے مفادات، حالات اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں وضع کرنی ہوں گی۔ پاک فوج کو اپنے عوام سے لڑانے کا سلسلہ ترک کرنا ہوگا، اندھا دھند طاقت کے ذریعے مسائل کے حل کی کوششوں کی بجائے مذاکرات اور حکمت وبصیرت کے ذریعے معاملات سلجھانے کی کوششیں کرنا ہوں گی۔

اسی طرح پاکستان کی آزادی وخودمختاری اور قومی سلامتی کو یقینی بنانا ہوگا اور بیرونی مداخلت بلکہ جارحیت کی روک تھام کے لیے قومی سلامتی کے تمام اداروں کو جنگی بنیادوں پر کام کرنا ہوگا۔ بلکہ اب تو ان اداروں میں تطہیر کا عمل بھی نہایت ضروری ہو چکا۔ ایسے تمام لوگ جو اپنے مذہب، اپنی قوم اور اپنے ملک سے مخلص نہیں، انہیں اہم اداروں اور کلیدی اسامیوں سے نکال باہر کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ حساس اداروں کو سیاسی معاملات میں ملوث کرنے سے بھی اجتناب کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس مرحلہ میں قومی سطح پر چند باتوں کا فیصلہ اور اہتمام کرلیں تو باقی سارے مراحل ہمارے لیے آسان ہو جائیں گے۔ ایک یہ کہ اپنے عقیدہ وایمان کے ساتھ مخلص ہو جائیں۔ قرآن

کریم اور جناب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ اپنی کمٹمنٹ کی تجدید کریں اور ان کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھتے ہوئے انہیں انفرادی اور ملی سطح پر راہ نمائی کا سرچشمہ اور اطاعت کا مرکز بھی بنالیں۔ دوسرا یہ کہ ملک کے دستور وقانون کے ساتھ وفاداری کا تعلق ازسرِ نو استوار کریں، دستور وقانون کی بالادستی کو یقینی بنائیں اور اپنے ذاتی، گروہی، طبقاتی اور اجتماعی تمام تر تقاضوں کو کسی استثناء کے بغیر دستور وقانون کے تابع کردیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم ایسا کرلیں گے تو ہم ملک وقوم کو ایک نئی شاہراہ پر گامزن کرسکیں گے، جو ''پُرامن پاکستان'' کی طرف جاتی ہے، خوشحال پاکستان کی طرف جاتی ہے اور علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے خوابوں کی تعبیر کی طرف جاتی ہے۔

ایمان اور تقویٰ کے بغیر قرآن اور حدیث کے اَنوارات سے محرومی

آپ نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو عیسائی ہیں یا یہودی ہیں وہ ہمارے انہی قرآن اور حدیث کو پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں اور ان کے بڑے بڑے ادارے اس مقصد کے لیے قائم ہیں جن کے اندر ہمارے دورۂ حدیث تک کا مکمل نصاب پڑھایا جاتا ہے، ان میں بڑے بڑے عالم بھی ہیں، حدیث کے علماء بھی موجود ہیں، حدیث اور تفسیر میں تحقیق اور ریسرچ کے لیے ان کے یہاں باقاعدہ علماء مقرر اور متعین ہیں، لیکن ان کا نقطۂ نظر ایمان کی تائید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی علوم کی توثیق پیش نظر نہیں ہے، ان کے سامنے ان علوم میں نقص اور عیب نکالنا ہے، کتابی علم تو بے ایمان لوگ بھی حاصل کرتے ہیں، اسی طریقے سے تقویٰ کے بغیر بھی لوگ کتابی علم حاصل کرتے ہیں اور اس کتابی علم کی بنا پر متون بھی ان کو یاد ہوجاتے ہیں، شروح پر بھی ان کی نظر ہوتی ہے، حواشی سے بھی وہ استفادہ کرتے ہیں لیکن ان کے پاس نور نہیں ہوتا، اور آپ یہ بات یاد رکھیں اور اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ جو آدمی معاصی کا ارتکاب کرتا ہے اس کو علم حاصل نہیں ہوتا۔ یا ارتکاب معصیت سے پہلے اس نے علم حاصل کیا تھا تو معاصی کے ارتکاب کے بعد وہ علم باقی نہیں رہتا، معاصی کا ارتکاب کرنے والا علوم سے محروم رہ جاتا ہے اور ارتکاب معصیت سے مراد ہے ''اس کو عادت بنانا'' یوں بتقاضائے بشریت انسان سے گناہ ہوجائے اور وہ فوراً توبہ اور تلافی کرلے تو وہ اس محرومی میں داخل نہیں، بتقاضائے بشریت انسان سے صغیرہ، کبیرہ دونوں طرح کے گناہ سرزد ہوسکتے ہیں، لیکن اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اپنی شرائط کے ساتھ توبہ واستغفار کیا جائے اور علم والوں کو معلوم ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنے کا اپنا طریقہ ہے، نمازیں قضاء ہوتی ہیں تو توبہ تب مقبول ہے کہ قضا کو ادا کرنے کی بھی فکر کرے، کسی کا حق ضائع کیا ہے تو اسے ادا کرے یا معاف کرائے......وغیرہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس توبہ واستغفار کی برکت سے اس معصیت کی نحوست کو ختم فرمادیتے ہیں اور یہ انسان محروم نہیں ہوگا۔

ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہ